ڈاکٹر محمد اسحاق

اسلامی ہند میں اشاعتِ حدیث

سندھ میں عربوں کا پہلا حملہ صحابہ کرام کے زمانے میں یعنی ۲۳ھ - ۶۴۳ء میں ہوا تھا لیکن اس پر مکمل فتح تابعین کے ابتدائی زمانے میں حاصل ہوئی، جب کہ علم حدیث ایک نئے ارتقائی دَور میں داخل ہو چکا تھا - اس وقت تک اس بات کی کوئی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی تھی کہ دنیا کے مختلف حصوں میں علما کے پاس احادیث کا جو وسیع ذخیرہ منتشر حالت میں ہے اس کو یکجا کر دیا جائے اور اس ضمن میں حکومت نے بھی کوئی اقدام نہیں کیا تھا لیکن جب حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ تا ۱۰۱ھ) خلیفہ ہوئے تو حالات نے ایک نیا رُخ اختیار کر لیا - عمر بن عبد العزیز خود ایک ممتاز محدث تھے اور انھوں نے والیوں کے نام ایک حکم جاری کیا تھا جس میں علما کو احادیث جمع اور مرتب کرنے پر توجہ دلائی گئی تھی جو وقت کی ایک اہم ترین ضرورت تھی - خلیفہ کی تفویض کردہ اس ذمہ داری سے علم حدیث میں ایک نئی روح پھونک دی اور علمائے دین واساتذہ احادیثِ نبوی کو جو منتشر حالت میں تھیں، یکجا اور مرتب کرنے میں منہمک ہو گئے -

علم حدیث اپنی ترقی کے اسی دَور میں سندھ میں داخل ہوا تھا لیکن تیسری صدی ہجری کے اواخر میں منصورہ اور ملتان کی آزاد عرب ریاستوں کے قیام سے پہلے سندھ میں اس علم کو کوئی نمایاں ترقی نہیں ہو سکی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسری اور تیسری صدی میں جب کہ علم حدیث مدون کیا جا رہا تھا سندھ دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ اس میدان میں گامزن نہ ہو سکا - تاہم علم حدیث کے اس ارتقائی دَور میں سندھی قبائل سے تعلق رکھنے والے ذہین طالبانِ علم کی ایک جماعت نے جو عراق میں سکونت پذیر ہو گئی تھی اور ہندی اسیرانِ جنگ نے جو اسلام قبول کر کے مسلمان ملکوں میں آباد ہو گئے تھے، علم حدیث کی ترقی و اشاعت میں عملی حصہ لیا اور ان میں سے الاوزاعی (م ۱۵۷ھ) شام میں، نجیح السندی

(م ۲۷۰ھ) مدینہ منورہ اور بغداد میں اور رجاء السندی (م ۲۲۲ھ) خراسان میں احادیث کے قدیم جامع اور مرتب کی حیثیت سے بہت ممتاز اور مشہور ہوئے ۔ رجاء السندی کے ایک پوتے محمد السندی (م ۲۸۶ھ) نے مسلم (م ۲۶۱ھ) کی جامع الصحیح کی ایک مستخرج مرتب کی تھی اور خلف السندی (م ۲۳۱ھ) نے جو تیسری صدی کے اوائل میں حدیث کے ایک شوقین طالب علم تھے ، ایک مسند تیار کی تھی ۔ لیکن بدقسمتی سے نہ تو مستخرج دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہی اور نہ مسند ۔ اگر یہ دونوں کتابیں محفوظ رہتیں تو علم حدیث کے تشکیلی دَور میں اس علم کی ترقی کے لیے ہندی محدثین کی خدمات کا ایک قابل قدر ثبوت ہوتیں ۔ تاہم ہندی راویوں کی سند سے روایت کردہ احادیث کافی تعداد میں صحاح ستہ اور احادیث کے دوسرے مجموعوں میں موجود ہیں ۔

جب مذکورہ بالا ہندی راویانِ حدیث بیرونِ ہند علمِ حدیث کی خدمت کر رہے تھے تو سندھ میں بھی منصورہ اور ملتان کے آزاد عرب حکمرانوں کی سرپرستی میں علم حدیث کے مراکز قائم ہو گئے تھے جنھوں نے کئی اچھے محدث پیدا کیے اور علمِ حدیث میں مہارت و قابلیت حاصل کرنے کے لیے بہت سے طلبا کو بیرونی ممالک میں بھیجا ۔ حقیقت یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں سندھی محدثین نے علمِ حدیث کی ترقی و اشاعت میں بڑی محنت و قابلیت کا ثبوت دیا لیکن بدقسمتی سے ان کی علمی سرگرمیاں مستقل طور پر اور زیادہ مدت تک جاری نہ رہ سکیں کیونکہ اس صدی کے آخر میں اسماعیلیوں نے ان ریاستوں پر قبضہ کر لیا ۔ اس سیاسی انقلاب سے سندھ میں علم حدیث کو زبردست صدمہ پہنچا اور ہند میں حدیث کی تعلیم و اشاعت کا پہلا دَور اچانک ختم ہو گیا ۔

دوسرے دَور کا آغاز سلطان محمود غزنوی (۳۸۸ تا ۴۲۱ھ) کی تخت نشینی سے ہوا جو شافعی تھے ۔ سلطان محمود اور ان کے جانشینوں کے عہد میں لاہور علمِ حدیث کا ایک مرکز بن گیا ۔ لاہور کے محدثین میں امام صغانی (م ۶۵۰ھ) بھی تھے جو اپنے زمانے کے ایک عظیم ترین محدث اور ماہر لسانیات تھے اور مشارق الانوار کے مصنّف اور موجودہ شکل میں ، جو ایشیا کے اسلامی ممالک میں مقبول و مروّج ہے ، صحیح بخاری کے مرتب تھے ۔

اور اس حیثیت سے صغانی کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء میں سلطنت دہلی کے قیام سے علم حدیث ہند میں اپنی ترقی کے تیسرے دَور میں داخل ہوا۔ ہند میں ترکوں کی حکومت کی ابتدائی صدیاں، بالخصوص ساتویں اور آٹھویں صدی فقہا کے عروج کا زمانہ تھیں، جو قاضیوں کے فرائضِ منصبی ادا کرنے میں اس قدر مصروف رہتے تھے کہ انھوں نے ہند میں قائم شدہ نئی مسلم سلطنت میں علم حدیث کی تعلیم واشاعت پر کوئی توجہ نہ کی اور حدیثِ نبوی سے اپنی محبت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ لیکن ہند میں علمِ حدیث کے اس مایوس کُن دَور میں شیخ زکریا ملتانی (م ۶۶۶ھ) شیخ نظام الدین اولیا (م ۷۲۵ھ) شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) جیسے نامور صوفی علما نے خود علم حدیث کا مطالعہ کیا اور خانقاہوں میں اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ چنانچہ علم حدیث سے ان بزرگوں کی محبت وانہماک کی بدولت آٹھویں صدی ہجری میں شمالی ہند کی بعض خانقاہوں میں صحاح ستہ کی تعلیم مقبول ومروج ہوگئی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ہند کے ثقافتی روابط جب تک وسطی ایشیا کے ممالک تک محدود رہے، علم حدیث کو ہند میں کوئی نمایاں ترقی حاصل نہیں ہوسکی۔ کیونکہ وسطی ایشیا کے ممالک بالخصوص ماوراء النہر، خراسان اور عراق فقہ اور معقولات کے مرکز تھے اور چونکہ ہند کو وسطی ایشیا کی فوجوں نے فتح کیا تھا اس سبب سے ہند پر ان ملکوں کے علما ومفکرین کا گہرا اثر پڑا۔ مزید برآں شریعتِ اسلامی کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے ہند میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سلطنت میں فقہا کی تو بہت مانگ تھی مگر محدثین کے لیے ایسے مواقع نہ تھے۔ چنانچہ فقہا کے لیے تو ہند بڑی ترغیب وکشش رکھتا تھا لیکن محدثین کے لیے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ شروع ہی سے دہلی میں وسطی ایشیا کے فقہا کا ہجوم ہوگیا۔ لیکن عبدالعزیز اور دیبلی کے سوا کوئی قابلِ ذکر محدث ہند میں علم حدیث کی نشاۃ ثانیہ سے قبل کے دَور میں نقلِ وطن کرکے نہیں آیا۔

ہند میں علم حدیث کا چوتھا دَور جسے اس علم کے احیا کا دَور قرار دیا جاتا ہے نویں صدی ہجری کی ابتدا میں شروع ہوا، جب دکن میں بہمنی اور گجرات میں مظفر شاہی دو آزاد

مسلم سلطنتیں قائم ہوگئیں اور بحری راستے کھل جانے کی وجہ سے ہند اور عرب کے درمیان ثقافتی تعلقات کا آغاز ہوگیا۔ اس طرح چار صدیوں کے طویل وقفہ کے بعد عرب سے ہند کے علمی روابط کی تجدید ہوگئی جو سندھ پر اسماعیلیوں کا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے معطل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حجاز اور مصر سے محدثین کی آمد کے باعث دسویں صدی کے وسط تک ہند میں علم حدیث کی بہت وسیع اشاعت ہوئی اور اس سے غیر معمولی اور حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔ اب ہندی محدثین معلم، مترجم اور مرتب کی حیثیت سے ہند اور حجاز میں بہ یک وقت علم حدیث کی خدمت کرنے لگے۔ اور یہ صورت حال تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں دیوبند میں دار العلوم اور سہارن پور میں مظاہر العلوم کے قیام تک برقرار رہی۔

دار العلوم اور مظاہر العلوم کے قیام سے ہند میں حدیث کی تعلیم و اشاعت کے ترقی پذیر دور جدید کا آغاز ہوگیا۔ اب تک اسلامی ہند میں کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جہاں علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی، اس لیے ہندی طلبا اس علم میں خصوصی مہارت حاصل کرنے کے لیے حجاز جایا کرتے تھے۔ لیکن ان دو بڑے اداروں نے ہندی مسلمانوں کی ایک ایسی ضرورت پوری کر دی، جو بہت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی اور تحصیل علم حدیث کے معاملے میں وہ خود مکتفی ہو گئے۔ (ترجمہ)

کلامِ حکیم

مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

یہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کا مجموعۂ کلام ہے۔ خلیفہ صاحب مرحوم کو شعر گوئی کا ذوق فطری طور پر ودیعت ہوا تھا اور انھوں نے غزل، نظم، قطعہ، رباعی وغیرہ مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کر کے اپنی شعری صلاحیتوں کا سکہ بھی بٹھا دیا۔ اس مجموعے میں ان کے متوازن و متحرک ذہن کے بہت گوشے بے نقاب نظر آتے ہیں۔ قیمت: ۹/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور